Fikr-o-Nasar (Islamabad) 17:9 (1980)

امامِ ربّانی کی تعلیماتِ تصوّف

صاحبزادہ ساجدالرحمٰن

جب کسی چیز کو غیر معمولی شہرت حاصل ہو جائے تو اس کے متعلق اتنی رائیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اتنے افسانے گڑھ لئے جاتے ہیں کہ پھر اس کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا بسا اوقات ناممکن ہو جاتا ہے۔ شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا ۔ کچھ اسی طرح کا معاملہ تصوف کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ ہرچند کہ "صوفی" اور "تصوف" کے الفاظ ہر کس و ناکس کی زبان پر ہیں مگر اس کی حقیقت سے عوام تو کیا اکثر خواص بھی ناآشنا ہیں۔ دور حاضر میں جو لوگ تصوف کی حقیقت سے بے خبر ہیں ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک گروہ وہ ہے جو محض ناواقفیت کی وجہ سے تصوف کا منکر ہے۔ یہ گروہ تصوف کو بدعت اور ایک مہلک ٹیکہ گردانتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ لوگ کہتے ہیں کہ تصوف کا مآل و انجام گمراہی و ضلالت ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو کہ تصوف کا علمبردار ہے، لیکن اس نے بھی تصوف کی حقیقت کو جاننے میں کوتاہی کی۔ ان کے خیال میں تصوف شریعت کے تابع نہیں۔ ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ شریعت اور تصوف یا طریقت دو جدا جدا راستے ہیں۔ ان دونوں گروہوں میں

یہ نظریہ قدر مشترک ہے کہ تصوف شریعت اسلامیہ کے علاوہ خدا رسی کا کوئی مستقل بالذات طریقہ ہے۔ موخر الذکر گروہ اکبری و جہانگیری دور میں بہت تقویت حاصل کر چکا تھا، اور اس دور میں اسلامی عقائد کی بیخ کنی میں جہاں اور بہت سے عناصر سرگرم تھے وہاں اس گروہ نے بھی تصوف کے نام پر مسلمانوں کے ٹھوس عقائد میں کجی پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی جس میں انہیں خاص کامیابی حاصل ہوئی۔ حضرت مجدد نے جنہیں اصلاح امت کی توفیق سے بہرہ مند کیا گیا تھا، جہاں دین کو بدعات سے پاک و صاف کرنے کی مہم کا آغاز فرمایا وہاں تصوف کی حقیقت کو بھی انتہائی شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ غلط نظریات کا دلائل و براہین کے ساتھ ردّ فرمایا۔ ذیل میں تصوف کی حقیقت کو مکتوبات مجدد کی روشنی میں پیش کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔

۱۔ دور جہانگیری میں عقیدہ وحدت الوجود کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ اس نظریہ کے حاملین "وجودی" کہلاتے تھے۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ وجود ایک ہے اور وہی خدا ہے۔ وجود سے ان کی مراد کل کائنات ہے مع ان اشیاء کے جو اس میں موجود ہیں، خواہ ان کا علم ہمیں ہو یا نہ ہو، وہ ہم کو نظر آتی ہوں یا نہ آتی ہوں، وہ ہمارے حواس ظاہری اور عقل سے معلوم و متحقق ہو سکتی ہوں یا نہ ہو سکتی ہوں۔"[1] ابن عربی نے اس نظریہ ہمہ اوست کو علمی اور فلسفیانہ انداز میں تحریر کیا جس سے مسئلہ سلجھنے کے بجائے اور الجھ گیا۔ درحقیقت یہ منازل سلوک کی واردات ہیں جن کو اگر فلسفیانہ انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ گتھی سلجھائی نہیں جا سکتی

امام ربانی مجدد الف ثانی نے اس نظریہ کی سختی سے تردید فرمائی آپ لکھتے ہیں:۔

"ممکن کو عین واجب کہنا اور اس کے افعال کو بعینہا حق تعالیٰ کے افعال و صفات قرار دینا سخت بے ادبی بلکہ اللہ عزوجل کے اسماء و صفات میں الحاد ہے۔"[2]

ایک اور مکتوب گرامی میں آپ مزید تشریح و توضیح کے ساتھ اس عقیدہ کا ذکر فرماتے ہیں۔

"وجود ہر خیر و کمال کا مبدا، اور عدم ہر نقص و شرارت کا منشاء ہے، وجود حق جلّ شانہ کے لئے ثابت ہے اور عدم ممکن کے نصیب ہے۔ تمام خیر و کمال کو عدم کی طرف راجع کرنا درحقیقت اللہ تعالےٰ کے ملک و ملک میں اس کو شریک بنانا ہے۔ اسی طرح ممکن کو واجب تعالیٰ کا عین کہنا اور ممکن کے صفات و افعال کو حق تعالیٰ کے صفات و افعال کا عین بنانا بڑی بے ادبی اور حق تعالیٰ کے اسماء و صفات میں الحاد و شرک ہے۔"[۴]

۲۔ تصوف کے حلقوں میں یہ بات بھی عموماً بیان کی جاتی ہے کہ ظاہر اور ہے اور باطن اور ہے اس اصول کی بنیاد پر اپنے آپ کو شرع کی پابندی سے آزاد کر لیا جاتا ہے حضرت امام ربانی اس خیال فاسد کا رد ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

"شریعت ظاہری اعمال کا نام ہے اور یہ معاملہ اس جہان میں باطن سے تعلق رکھتا ہے، ظاہر ہمیشہ شریعت کے ساتھ مکلف ہے اور باطن اس معاملہ میں گرفتار ہے چونکہ یہ جہان دار عمل ہے، باطن کو ظاہری اعمال سے بڑی مدد ملتی ہے اور باطن کی ترقیات شریعت کے بجالانے پر جو ظاہر سے تعلق رکھتی ہیں منحصر اور موقوف ہیں پس اس جہان میں ہر وقت ظاہر و باطن کے لئے شریعت کا ہونا ضروری ہے، ظاہر کا کام شریعت پر عمل کرنا ہے اور اس کے نتائج و ثمرات باطن کے نصیب ہیں۔"[۵]

۳۔ شروع سے صوفیاء کا ایک گروہ منازل سلوک طے کرنے کے لئے ترک دنیا کو ضروری خیال کرتا ہے چنانچہ صوفیاء کے اکثر تذکروں میں "ترک دنیا" کی اصطلاح کا استعمال ہوا ہے حالانکہ اسلام "لارھبانیۃ فی الاسلام" کا درس دیتا ہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا عملی نمونہ بھی سامنے موجود ہے۔ البتہ جلوت کی درستی کے لئے کچھ عرصہ کے لئے خلوت کا اختیار کرنا درست ہو سکتا ہے اور اس کے لئے حضور سرور عالم کی "حرا نشینی" کو بطور سند پیش کیا جا سکتا ہے مگر مستقل طور پر دنیا والوں سے تعلق منقطع کر لینا اسلام کے مزاج

اور فطرت کے اصولوں کے سراسر خلاف ہے۔ خداوند کائنات نے امت مسلمہ کو خیر امۃ کا لقب اسی لئے عنایت فرمایا ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو سرانجام دیتی ہے، جب دنیا سے ہی لاتعلقی کر لی تو دنیا والوں کی اصلاح کا موقعہ کیسے نصیب ہوگا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست زتسبیح و سجادہ و دلق نیست

حضرت مجدد الف ثانی رقمطراز ہیں :۔

" آدمی کو جس طرح حق تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے بجا لانے سے چارہ نہیں ویسے ہی خلق کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ غمخواری کرنے سے بھی چارہ نہیں، التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ " اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرنا انہی دو حقوق کے ادا کرنے کا بیان فرماتا ہے اور دونوں طرف کو مدنظر رکھنے کا ہدایت فرماتا ہے پس ان دونوں میں سے صرف ایک ہی پر اختصار کرنا سراسر قصور ہے اور کل کو چھوڑ کر جزو پر کفالت کرنا کمالیت سے دور ہے پس خلق کے حقوق کو ادا کرنا اور ان کی ایذا کو برداشت کرنا ضروری ہے۔"

۴۔ اکثر لوگ کرامات کو ولایت کا معیار سمجھتے ہیں۔ حالانکہ روحانی کرشمے دلیل صداقت نہیں اور اس کے لئے ولایت کا ہونا تو درکنار ایمان کا وجود بھی ضروری نہیں۔ دنیا میں بے شمار عامل ایسے ہیں جو نہ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور نہ ہی رسالت پہ ایمان رکھتے ہیں۔ مگر محیّر العقول خوارق عادات چیزوں کو ظہور میں لے آتے ہیں حدیث میں روایت ہے کہ دجال بڑے بڑے کرشمے دکھائے گا اور قرآن میں ساحرین فرعون کا ذکر بھی موجود ہے۔ الغرض ولایت کے لئے کرامات کا ظہور ضروری نہیں اور نہ ہی کرامات کا ظہور مقتضیات ولایت میں سے ہے ولایت کے لئے تو استقامت علی الدین بنیادی شرط ہے۔ کسی مستقیم الاحوال صوفی شاعر نے خوب کہا

ما برائے استقامت آمدیم
نے برائے کشف و کرامت آمدیم

حضرت امام ربانی کشف و کرامات کے متعلق اپنے ذاتی نظریہ کی وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

"نامشروع طریقوں پر جو احوال و کیفیات مترتب ہوں وہ فقیر کے نزدیک استدراج کے قبیل سے ہیں کیونکہ اہل استدراج کو بھی احوال و کیفیات ہاتھ آتے ہیں ...... حکمائے یونان اور ہندوستان کے جوگی سادھو اس معاملہ میں شریک ہیں، احوال و کیفیات کی سچائی اور مقبولیت کی علامت مشتبہ امور سے مکمل پرہیز کے ساتھ ساتھ علوم شرعیہ سے ان احوال کی موافقت اور مطابقت ہے[۱]"۔

ایک اور مکتوب گرامی میں جو آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہے آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"اے فرزند جو بات کل قیامت کے دن کام آئے گی وہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے، احوال علوم و معارف اور اشارات و رموز اگر اس متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو بہتر اور زہے قسمت، ورنہ سوائے خرابی اور استدراج کے کچھ نہیں[۲]"۔

اس ضمن میں ایک اور مکتوب ملاحظہ ہو جس سے کشف و کرامت کے متعلق مسلک امام ربانی صاف واضح ہو جاتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

"خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں، جس طرح علماء خوارق کے حاصل کرنے کے لئے مکلف نہیں اسی طرح اولیاء بھی خوارق کے ظہور پر مکلف نہیں کیونکہ ولایت سے مراد قرب الٰہی ہے جو ماسوا کے نسیان کے بعد اللہ ۔

تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے بعض کو یہ قرب عطا فرماتے ہیں لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع نہیں دیتے۔ بعض کو یہ قرب بھی دیتے ہیں اور غائبانہ حالات پر اطلاع بھی بخشتے ہیں اور بعض کو قرب کچھ نہیں دیتے لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع دے دیتے ہیں یہ تیسری قسم کے لوگ اہل استدراج ہیں نفس کی شغالی نے ان کو غائبانہ کشف میں مبتلا کرکے گمراہی میں ڈالا ہے "یحسبون انھم علیٰ شئ الا انھم ھم الکذبون۔ استحوذ علیھم الشیطان فانسٰھم ذکر اللہ اولئک حزب الشیطن ان حزب الشیطن ھم الخاسرون"(۹)

حضرت مجدد الف ثانیؒ ہر حال میں تصوف کو سنت رسولؐ کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک ولی کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ اس کی زندگی کا ہر عمل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو۔ بعض صوفیاء نے غلبہ سکر و حال کی وجہ سے بعض کلمات ایسے کہہ ڈالے جن کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ حضرت مجدد تلقین فرماتے ہیں کہ صوفی کا ایسا قول جو شرع کے مطابق نہ ہو قطعاً قبول نہ کیا جائے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"اگر صوفیاء کا کلام احکام شرعی کے مطابق نہیں ہے تو اس کا ہرگز اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی حجت اور تقلید کے لائق ہے کیونکہ حجت اور تقلید کے لائق علمائے اہل سنت والجماعت کے اقوال ہیں پس صوفیاء کا جو کلام ان علماء کے اقوال کے موافق ہے وہ معقول ہے اور جو مخالف ہے وہ مردود ہے، مستقیم الاحوال صوفیاء احوال و اقوال۔ اعمال اور علوم و معارف میں ہرگز شریعت سے تجاوز نہیں کرتے اگر کسی کا حال سکر کے وقت شریعت کے مخالف ہو تو معذور ہے اور اس کا کشف غیر صحیح ہے اس کی تقلید ناجائز اور نا درست ہے اس کی تاویل کرنی چاہئے۔"(۱۰)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے "کل حقیقۃ ردتہ الشریعۃ فھو زندقۃ"(۱۱) فرما کر تصوف میں بدعت کے داخل ہونے کے تمام راستوں کو مسدود کر دیا ہے۔

۶- حضرت امام ربانی تصوف میں رائج غیر مشروع ریاضتوں اور مجاہدوں کے سخت خلاف ہیں۔ یہ ریاضتیں اور مجاہدے نفس امارہ کی سرگرمیوں کو ختم کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ نفسانی خواہشات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے شریعت مطہرہ پر عمل کرنے سے بہتر کوئی تریاق نہیں۔ اسلام طہارت، پاکیزگی اور ستر پوشی کی تعلیم دیتا ہے مگر ہمارے عقیدہ کی پختگی کی یہ حالت ہے کہ جب کسی مخبوط الحواس کو ننگا اور بے ربط باتوں میں مصروف پاتے ہیں تو اسے ولی کامل سمجھ لیتے ہیں، اس سے مرادیں مانگتے ہیں اور اگر کوئی جرأت کر کے منع کرے تو جواب یوں ملتا ہے کہ یہ فقیر کے رموز ہیں جنہیں سمجھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں، ایسا فقر جو شرع پیغمبر کے سراسر خلاف ہو اس سے الامان والحفیظ حضرت امام ربانی تحریر فرماتے ہیں۔

"جاننا چاہیئے کہ پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہ کی طرف راہنمائی کرے یہ بات تعلیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح تر ہے کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا راہنما بھی برخلاف پیر خرقہ کے پس پیر کو تعلیم کے آداب کی زیادہ رعایت کرنی چاہیئے۔ پیر بننے اور کہلانے کا زیادہ مستحق یہی طریقہ ہے اور اس طریق میں نفس امارہ کے ساتھ ریاضتیں اور مجاہدے احکام شرعی کے بجا لانے اور سنت عالیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑنے میں ہے کیونکہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے سے مقصود نفس امارہ کی خواہشات کو دور کرنا ہے جو کہ اپنے مولیٰ جل شانہ کی دشمنی کے ساتھ قائم ہوا ہے پس نفسانی خواہشات کو دور کرنا احکام شرعیہ کے بجا لانے سے وابستہ ہے۔ جس قدر شریعت میں راسخ اور ثابت قدم ہوگا اسی قدر خواہشات نفسانی سے دور ہوگا پس نفس امارہ پر شریعت کے اوامر و نواہی کے بجا لانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں اور صاحب شریعت کی پیروی کے سوا کسی چیز میں

اس کی خرابی متصور نہیں ہے۔ وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کئے جائیں معتبر نہیں ہیں کیونکہ جوگی، ہندو برہمن اور یونان کے فلسفی اس امر میں شریک ہیں اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا اور کچھ زیادہ نہیں کرتیں اور خسارے کے سوا اور کچھ راہنمائی نہیں کرتیں۔"(۱۲)

۷۔ صوفیاء کے ایک مخصوص طبقہ میں سماع (چنگ و مزامیر) کو روح کی غذا سمجھا جاتا رہا ہے اور آج بھی باہتمام محفل سماع کا انعقاد جاری ہے، مجھے جتنے بھی صوفیاء عظام (خواہ وہ کسی بھی سلسلہ تصوف سے منسلک تھے) کی زندگیوں کے مطالعہ کا موقعہ ملا ہے کسی کی تعلیمات میں بھی مروّجہ محفل سماع کا جواز نظر سے نہیں گزرا خواجہ نظام الدین اولیاء کی "فوائد الفواد" ہو یا حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی کشف المحجوب سب اس بات پر شاہد ہیں کہ مروّجہ "محفل سماع" ان کے نقطہ نظر کے مطابق درست نہیں ہے کیونکہ ان کی مقررہ شرائط کی کہیں بھی پابندی نہیں کی جاتی، حضرت امام ربانی سماع کو روح کی غذا نہیں بلکہ فنا خیال کرتے ہیں اور سختی سے اس کی ممانعت فرماتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"جو رقص و سرود آج کل متعارف ہے اور جو مجلس و اجتماع آج کل مشہور و معروف ہیں ان کے مضر محض اور منافیٔ شرع ہونے میں کچھ شک نہیں عروج وہاں بے معنی ہے سماع سے مدد و استعانت مفقود ہے اور اس کی مضرت و نقصان موجود ہے۔"(۱۳)

درج ذیل مکتوب گرامی میں جو آپ کے صاحبزادوں کے نام ہے آپ بالدلائل سماع کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں:۔

"سماع و رقص درحقیقت لہو و لعب میں داخل ہے آیۃ "ومن یشتری لہو الحدیث" سرود کے منع ہونے کے لئے نازل ہوئی ہے مجاہد نے جو ابن عباس کا شاگرد ہے اسے سرود کے لئے ہی قرار دیا ہے نیز ابن مسعود اور ابن عباس نے بھی

یہی تصریح کی ہے، آیات و احادیث اور فقہی روایات غنا اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے، اگر کوئی شخص منسوخ حدیث یا روایت شاذ کو سرود کے مباح ہونے پر دلیل کے طور پر پیش کرے تو یہ امر قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ کسی فقیہہ نے کسی عہد میں سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا اور نہ ہی رقص و پاکوبی کو جائز قرار دیا ہے اور صوفیاء کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہے صرف یہی کافی ہے کہ ہم انہیں معذور سمجھیں اور انہیں ملامت نہ کریں یہاں تو امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے نہ کہ ابوبکر شبلی، ابی حسن نوری کا عمل اس زمانہ کے خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ کر کے سرود و رقص کو اپنا دین بنا لیا ہے اور اس کو طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے اللہ کا احسان ہے کہ ہمارے پیر اس امر میں مبتلا نہیں ہوئے اور ہم تابعداروں کو ایسے امور کی تقلید سے چھڑا دیا ہے۔"(۱۴)

۸۔ حضرت امام ربانی نے تصوف کے متعدد طرق میں سے طریقہ نقشبندیہ کو پسند فرمایا ہے اور اس سلسلہ سے وابستگی کی تلقین فرمائی ہے طریقہ نقشبندیہ کے ساتھ حضرت مجدد کے لگاؤ کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں بدعات کی قطعاً گنجائش نہیں اور اس سلسلہ میں مراتب سلوک کے حصول کا واحد ذریعہ سنت رسول کی متابعت ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

"اور طرق صوفیاء میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر ان کو متابعت کی دولت حاصل ہو اور احوال کچھ بھی نہ ہوں تو خوش ہیں اور اگر احوال کے باوجود متابعت میں فتور جانیں تو احوال کو پسند نہیں کرتے اسی لئے ان بزرگوں نے سماع و رقص کو جائز نہیں رکھا اور ان احوال کا جو ان پر مرتب ہوں کچھ اعتبار

نہیں کرتے بلکہ ذکر جہر سے بھی اُسے بدعت سمجھ کر منع کیا ہے اور جو فوائد اور ثمرات اس پر مرتب ہوتے ہیں ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی ہے"۔[۱۵]

الغرض حضرت شیخ مجدد کا تصوف قرآن و سنت پر عمل کرنے کا نام ہے وہ اس تصوف کی تعلیم دیتے ہیں جو خلفاء کبار کا تصوف تھا۔ ایسا تصوف جو یونانی فلسفہ کے امتزاج سے پیدا ہوا اور بدعات کا مجموعہ بن کر رہ گیا اور جس کے حاملین کو دیکھ کر ہندو جوگیوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، حضرت امام ربانی کو اس قسم کے تصوف سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مضمون کا اختتام مولانا عبدالماجد دریا بادی کی اس عبارت پہ کرتا ہوں جو انہوں نے حضرت مجدد کی تعلیمات تصوف کے متعلق زیب قرطاس فرمائی ہے لکھتے ہیں :۔

"عہد نبوت سے تقریباً ایک ہزار سال گذرنے پر شیخ احمد سرہندی پیدا ہوئے جنہوں نے نہ صرف سلسلہ نقشبندیہ بلکہ تمام سلاسل تصوف میں تجدید و اصلاح کا صُور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ اس کی صدائے بازگشت آج تک دنیائے اسلام کے درودیوار سے آ رہی ہے۔ شیخ موصوف کے مکتوبات کے ضخیم دفتر ملک میں شائع ہو چکے ہیں ان میں شروع سے آخر تک مختلف اسلوبوں اور پیرایوں میں صرف ایک ہی دعویٰ کی تکرار، صرف ایک ہی دعوت کا اعادہ ہے، اور وہ یہی ہے کہ صوفیہ کو عقائد و اعمال ہر شے میں کتاب و سنت ہی کو اپنا دلیل راہ بنایا چاہیئے

حوالہ جات

حقیقت وحدۃ الوجود مصنفہ خواجہ عبدالحکیم انصاری صہ۴۰ ۔

۳- مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۲۷۲ ۔

۴- مکتوبات دفتر دوم مکتوب نمبر ۱۱ ۔

۵- مکتوبات دفتر دوم مکتوب نمبر ۳۶ ۔

۶- مکتوبات دفتر اوّل مکتوب نمبر ۱۷۰ ۔

۷- مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۲۶۶ ۔

۸- تذکرہ مجدد الف ثانی مصنفہ سید زوار حسین شاہ ص ۳۲ ۔

۹- مکتوبات دفتر دوم مکتوب نمبر ۹۲ ۔

۱۰- مکتوبات دفتر اوّل مکتوب نمبر ۲۸۹ ۔

۱۱- مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۴۳ ۔

۱۲- مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۲۲۱ ۔

۱۳- مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۲۸۵ ۔

۱۴- مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۲۶۶ ۔

۱۵- مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۶۶ ۔

۱۶- تصوف اسلام مرتبہ مولانا عبدالماجد دریابادی ص ۲ ۔